ابِ حیات
خود نوشت سوانح عمری
راجه حسین علی خان (بابا جان مہترِ)

AAB-E-HAYAT

Auto Biography of

RAJA HUSSAIN ALI KHAN MAQPUN

Alias BABA JAN MEHTAR

Late Governor of

Ghizer and Ashkoman

Part-I

www.mahraka.com

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ۝

پیش لفظ

انسان بلکہ ہر ذی روح رحم مادر سے عالم وجود میں آنے کی ساعت سے شکم زمین میں منتقل ہونے تک کے عرصہ میں بتدریج مدارج عمر نادانستگی اور دانستگی میں کسی نہ کسی شغل سے وابستہ رہتا ہے۔ اگر شغل ذی روح کو ذی روح کی جزو زندگی یا صحیح معنوں میں زندگی ہی کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

اس وقت میں اپنی عمر کی اس منزل سے گذر رہا ہوں۔ جہاں خون کی گرمائش اور اعضائے بدن مشقت طلب متباغض

سے جواب دے چکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس حالت میں میرے لئے مشاہدات و
تاثرات ذاتی اور روایات و حکایات قدیمی " جو دنیا کے اس تاریک خطہ
(جبکہ کوئی تاریخ زمانہ قدیم میں ضبط تحریر میں لائی ہوئی موجود نہیں)
کی تاریکیوں میں چھپی ہوئی مگر باخبر و با اثر خاندانوں قبیلوں
میں سینہ بسینہ صحیح صورت میں چلی آرہی ہیں " ضبط تحریر میں
لانے کا شغل جاری رکھنا ناقابل برداشت نہیں۔ میرا یہ مختصر تحفہ
ہے قارئین کے لئے باعث دلچسپی بھی ہو اور ہماری آنے والی نسل
بھی اپنے وطن کے تاریک و روشن ادوار سے واقف رہتے ہوئے اپنا خاندان
اپنی قوم اور انکا تمدن سے ناواقف بھی نہ رہیں ۔

دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے نوجوان روایات (تاریخ) قدیم
سے نابلد ہیں۔ جیسا کہ جب کبھی میں اپنے پانچوں فرزندوں میں سے کسی
ایک سے روایات قدیم کے متعلق سوال کرلیتا ہوں۔ تو وہ اس قدر
بتاسکتا ہے۔ کہ "میں اپنا محترم دادا محترم نانا اور ان کے خاندان
کے نام سے ناواقف نہیں" درحالیکہ وہ تعلیمی لحاظ سے میٹریکولیشن
سے ایم ایس سی تک کا معیار رکھتے ہیں۔

روایات خاندان اور قدیمی سے نابلدی انکی غلطی نہیں۔ ان کے
بچپن میں ہم والدین نے انہیں روایات خاندان اور تاریخ قدیمی سے واقف
کرانے کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت پر توجہ نہ دی۔ وہ زمانہ حاضرہ
سے متعلق رہے اور زمانہ حاضرہ کی تاریخ سے ناواقف نہیں۔

مجھے خاندانی و قدیمی روایات سے دلچسپی پیدا کرنے کی بانی مبانی
میری شفیق دادی صاحبہ تھیں۔ میں نے کچھ کچھ ہوش جب سنبھالا۔
تو میں نے دیکھا۔ کہ مجھے بستر پر لٹا کر میری شفیق دادی صاحبہ آیت الکرسی
شریف ورد کرتی ہوئی میرے خوابگاہ کے گردا گرد حصار باندھ دیتی تھی
پھر اپنی آغوش شفقت میں مجھے سلا کر رہان کی پہیلی کے اور اخلاقی
و خاندانی قصے کہانیاں چھوٹے چھوٹے پیمانوں میں "جو میرے ننھے دماغ
میں سمو سکے" مجھے سنایا کرتی تا آں وقت کہ میری شفیق دادی

کی آغوش شفقت سے نینڈ کی آغوش راحت میں منتقل ہو جاتا۔
میں نے منزل ترتیب میں قدم رکھا۔ تو میرا والد محترم نے ایک شریف گرانے
کا شریف اخوند زادہ بنام محمد رحیم سکنہ برچھہ موضع گولاغمولی کو
میرا معلم دینی و نگران رکھ کر مجھے سکول میں داخل کیا۔ میرا نگران معلم
قصص الانبیاء سے قصے اور علاقہ جات چترال و ورشگوم کے قدیم حکمرانوں
اور رعایان کے حالات سنا سنا کر مجھے مشغول رکھا رہا۔ ان قصے کہانیوں
کے تاثرات مجھ اس قدر محیط کر گئے۔ کہ جب تعطیلات سکول سے چھٹیوں
پر میں اپنے والدین کے پاس گوپس آتا رہا۔ اپنا اٹھنا بیٹھنا علاقہ کے
معزز عمائد کے ساتھ رکھا۔ جو وقتاً فوقتاً بسلسلہ نظام امور علاقہ
میرے والد محترم کے پاس آکر ہفتہ عشرہ قیام رکھا کرتے تھے۔ اور میں ان
کے معلومات کے مطابق ان روایات قدیم کو سنتا رہا۔ جو ان کے ذاتی

علاقہ جات یاسین، کوہ غذر، اشکومن، پونیال مجموعاً ورشگوم کہلاتا ہے۔

مشاہدات میں اور سینہ بہ سینہ ان کے سینے میں آئی ہوئی ہوتیں۔
سکول چھوڑنے اور منزل جوانی میں قدم رکھنے کے بعد مجھے اپنا والد محترم
کے ساتھ گاہ گاہ حکمرانان علاقہ جات گلگت ایجنسی کے مجالس میں جانے کا
اتفاق بھی ہوتا رہا۔ ان مجلسوں میں بھی کچھ نہ کچھ روایات قدیم کا
ذکر چھڑ ہی جایا کرتا تھا۔

۲۳ جون ۱۹۳۳ء سے ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء تک مجھے اپنا عہدہ گورنری میں حکمرانان
علاقہ جات گلگت ایجنسی، اور معزز عمائدین علاقہ جات گلگت ایجنسی و
علاقہ جات بلتستان و علاقہ جات چترال سے براہ راست روایات قدیم پر
گفت و شنید میں کوئی امر مانع نہ ہوا۔

چونکہ قصے کہانیاں سننے کا چسکہ مجھے لگا ہی تھا۔ اسلئے میں ہر اس تاریخ
اور ناول کو حاصل کرتا رہا۔ جس کی تعریف میں نے سن لیا ہو۔ اور
ان تواریخ و ناولوں کا مطالعہ باوقات فرصت کرتا رہا۔

ماضی قریب میں تاریخ جموں مصنفہ الحاج مولوی حشمت اللہ صاحب،

مطبوعہ ۱۹۳۷ء کا مطالعہ بھی میں نے کر لیا۔ یقیناً فاضل مصنف نے تاریک خطۂ دنیا کی تاریکیوں میں بکھری ہوئی روایات ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال کر یکجا کر کے منظر عام میں لانے کی جدوجہد میں عرق ریزی سے دریغ نہیں کیا ہے۔

دوسری تاریخ چترال مصنف مرزا غفران صاحب۔ مولف پرنس لفٹنٹ غلام مرتضیٰ صاحب مطبوعہ ۱۹۶۲ کا بھی مطالعہ کیا۔ مولف تاریخ چترال اعتراف کرتے ہیں۔ کہ تصنیف مرزا محمد غفران کو ترتیب دینے میں اعلیٰحضرت ہز ہائینس محمد ناصر الملک مہتر چترال کی تعلیمی قابلیت اور تواریخ عالم سے واقفیت بروئے کار لائی گئی ہے۔

اگرچہ یہ کہنا آسان نہیں۔ کہ ہر دو تواریخ مذکور کا حصہ عکس روایات قدیم ہیں۔ مگر یہ اقرار بے جا نہیں۔ کہ ہر دو تواریخ کے مصنفوں نے تاریک ادوار کی تاریکیوں میں مستور روایات اجاگر کرنے میں مشعل برداری کی خدمات انجام دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لانے میں کوتاہی بھی نہیں کیا ہے۔

میں نے قصے کہانیوں سے دلچسپی رکھنے اور تواریخ و ناولوں کا مطالعہ کرتے وقت کبھی ایسا نہیں سوچ لیا تھا۔ کہ کسی وقت اپنی ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت جزو زندگی کی صورت میں مجھے پیش بھی آجائیں گی۔ اب یہ سوچ کر میں مطمئن ہوں۔ کہ میں نے قصے کہانیوں کے روپ میں قدیم روایات سننے اور تواریخ و ناولوں کا شوقیہ مطالعہ کرنے میں اپنا زریں وقت بیکار ضائع نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان زریں اوقات میں جو قصے کہانیاں میرے لئے بیکار مشغلہ تھا۔ اب میرے بڑھاپے میں میرے لئے باکار مشغلہ کا مقام حاصل کر رہے ہیں۔

میں ان محترم بزرگوں کی ذات سے قارئین کو بھی متعارف کروانا لازمی سمجھتا ہوں۔ جن کی مشاہدات و معلومات سے میں نے کچھ کچھ فیض حاصل کر لیا ہے۔ ان بزرگ محترموں

کے نام گرامی ذیل ہیں۔

۱۔ میری شفیق دادی صاحبہ ۲۔ میرا نگران معلم محمد رحیم خان صاحب
۳۔ میرا محترم اتالیق حاکم لعل شاہ صاحب ۴۔ میرا رضاعی باپ
وزیر گلاب شاہ صاحب۔ ۵۔ میرا محترم بزرگ سید حسن سید جو
غازی مہتر گوہر امان کی قیادت میں یاسین۔ پونیال۔ گلگت
اور نیلی دھار (لوپ سنگھ پڑی) کی لڑائیوں میں لڑا تھا۔
اور ۲۹و۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔

۶۔ محترم چوویلو محمد یوسف جو پشتینی چودار اور لمبی عمر کا
حامل ہونے کی وجہ روایات قدیم سے باخبر تھا۔

۷۔ محترم اتالیق غفران صاحب جو مہتر سردار نظام الملک کا
معتمدان خاص میں سے تھا۔

۸۔ محترم گشپور محمد علی خان نبیرہ گشپور اکرام خوشوقتیہ سالار
لشکر غازی مہتر گوہر امان صاحب۔

۹۔ گشپور شہزادہ یوسف نبیرہ مہتر سلیمان شاہ صاحب خوشوقتیہ۔

۱۰۔ گشپور سلطان پناہ نبیرہ راجہ خان دوران بوروشو۔

۱۱۔ حاکم میر صاحب، حاکم مستوج لاسپور رضا خیل از آل سنگین علی اول

۱۲۔ حاکم فرمان اکبر خان صاحب، حاکم چپاڑی رضا خیل از آل سنگین علی اول

۱۳۔ وزیر سلطان علی نگر

۱۴۔ میرا محترم چچا راجہ غلام رضا صاحب استوری
۱۵۔ میرا محترم چچا گشپور نائب صاحب گلگتی
[سینہ بسینہ منتقل ہونے والے روایات خاندانی پر عبور رکھنے]

۱۵۔ میرا محترم پھوپھا خسرو خان بہادر راجہ صفت بہادر بوروشو
سی آئی ای گورنر یاسین۔

۱۶۔ میرا محترم والد خان بہادر راجہ مراد خان معزول
گورنر کوہ غذر۔

[میرا محترم خسر اور میرا محترم والد جو دو ہونزہ نگر چلاس چترال کی لڑائیوں میں سرگرم حصہ لیتے رہے]

۱۸۔ محترم وزیر غلام حیدر صاحب بلتستانی ایم اے ایل ایل بی علامہ روایات
حکمرانان بلتستان اور واقعات بلتستان پر عبور رکھنے والا۔

میں الحاج مولوی حشمت اللہ صاحب اور لفٹننٹ غلام مرتضیٰ صاحب کا احترام کرتا ہوں۔ جنہوں نے بڑی کاوشوں کے بعد تاریک خطۂ دنیا کے تاریک ادوار کی روایات کو "تاریخ" کی شکل میں منظر عام میں لاکر اہل وطن کو ان روایات وحکایات سے روشناس کرانے کی خدمات انجام دی ہیں۔

ان فاضل مصنفوں کی تصانیف سے بعض اقتباسات جیسے اور سن و سال "جو زیادہ تر قیاسات پر مبنی ہیں" میں حاصل کرکے اپنا مشغلۂ جزو زندگی میں شامل کرلے ہوں۔

میں منشی تربھو رام فیروز پوری کی شگفتہ ترجمے کو بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ جس نے جارج ڈبلیو ایم رینالڈ پوسٹ ماسٹر جنرل لندن کے ہزار ہا صفحوں پر مشتمل تصانیف ناولوں کا اردو میں ترجمہ کرکے اسرار لندن نظارہ پرستان فردوس حسن اور گردش آفاق کے نام سے منظر عام میں لاکر مجھے بھی کچھ کچھ اردو سمجھنے بولنے اور اپنا مدعا اردو میں کسی کو سمجھانے میں میرا رہبری کیا ہے۔

میرا معیار تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ بس بہت سی غلطیاں قارئین کی نگاہ سے گذرینگی۔ مجھے معذور سمجھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا خاندان تعلق مقپون ابراہیم شاہ سے ہے۔

ابراہیم شاہ کی شخصیت کے متعلق خاندان میں سینہ بہ سینہ
یہ روایت چلی آئی ہے۔ کہ ابراہیم شاہ لباسِ فقیری میں ملبوس
کشمیر کے پہاڑوں سے نمودار ہوکر واردِ اسکردو ہوا وہ
لباسِ فقیری میں بھی پُرجلال شخصیت کا حامل ایک امیر تھا۔
اسکی تسبیح کے دانے بھی سونے کے تھے۔

اس دوران حکمرانِ اسکردو اپنا وارثِ حکومت اپنی اکلوتی لڑکی
چھوڑ کر دنیا سے چل بسا تھا۔ اس وارثِ حکومت لڑکی کو اپنی
زوجیت میں لینے کی کشمکش میں عمائدِ وطن مبتلا تھے۔ مگر وارثِ
حکومت لڑکی عمائدِ وطن میں سے کسی ایک کی زوجیت اختیار کرنے
پر آمادہ نہ تھی۔

آخر کار وطن کا نظم ونسق سنبھالنے کے مسئلہ پر عمائد وطن کو سنجیدگی سے غور کرنا پڑا۔ تو انہیں وطن کا نظم ونسق سنبھالنے کی اہلیت ابراہیم شاہ کی ذات میں نظر آئی۔ اور وارث حکومت لڑکی بھی برضا و رغبت ابراہیم شاہ کی زوجیت اختیار کرنے پر آمادہ ہوئی۔ صورت حال کی اطلاع ابراہیم شاہ کو دینے کے لئے اسکے قیام گاہ پر عمائد وطن چلے گئے۔ وہاں انہوں نے ابراہیم شاہ کو ایک ہموار سطح کا پتھر[1] پر محو عبادت دیکھا۔

---

[1] ہموار سطح کا پتھر کا نام "ہر ونیس" ہے۔ روایت ہے کہ معقبون ابراہیم شاہ کے وارثوں کی رسم مسند نشینی کی تقریب مسند نشین کو ہر ونیس پر بٹھا کر منایا جاتا تھا۔

ابراہیم شاہ عبادت سے فارغ ہوا۔ تو عمائد وطن نے حرف مدعا زبان پر لایا۔ ابراہیم شاہ نے مدعائے عمائد وطن نہیں ٹھکرایا۔ ان کی پیشکش قبول فرمایا۔ تو عمائد وطن نے ابراہیم شاہ کو "معقبون"[1] کے لقب سے ملقب کرکے وطن کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ معقبون ابراہیم شاہ نے وارث حکومت لڑکی کو اپنی زوجیت میں لے کر نظام حکومت سنبھال لیا۔

---

[1] "معقبون" یعنی سالار قوم۔ ابراہیم شاہ تھا ہی سالار قوم۔ اسکی اہلیت سالاری اور فرمانروائی پر اسکا لباس فقیری اور گوشہ نشینی بھی پردہ نہیں ڈال سکے۔ وہ بحالت غریب الوطنی بھی ایک چھوٹا سا ملک ایک چھوٹی سی قوم کا سالار و فرمانروا بن کر ہی رہا۔

ابراہیم شاہ اور اسکے وارث "سورج کی کرن"[2] کہلاتے تھے۔ ابراہیم شاہ اگر میں داخل ہی تو کشمیر کے پہاڑوں سے گذر کر ہوا تھا۔ قرینہ قیاس تو یہ ہے کہ سورج کی کرن ابراہیم شاہ خاندان سورج بنسی سے کسی کا نور نظر تھا

یعقوب ابراہیم شاہ کے وارثوں میں یعقوب علی شیر خان انچن (یعقوب اعظم)
کو بھی ممتاز شخصیت کی بناء پر بلند مقام حاصل رہا ہے۔ وہ دربار جہانگیر عادل
شہنشاہ ہند میں مقبول اثر رسوخ کا حامل تھا۔ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں اثر رسوخ

سلاطین کشمیر میں سے کسی کا جو حیدر شیعی خاندان سے متعلق تھے، جسے کسی لغت کے
روپوشی کے لیے جادہ فقیری میں ملبوس ہوکر راہ فرار اختیار کرنے کے لیے مجبور کیا ہو۔
روایت یہ بھی چلی آئی ہے۔ کہ ابراہیم شاہ فرمانروا یان خارس کے خاندان سے
ایک شہزادہ تھا۔ تاتاریوں کی چیرہ دستیوں نے اسے روپوش ہونے کے لیے سرسبز سرزمین
فارس سے نکال کر سنگلاخ بلتستان میں لا پھینک دیا۔
تزک لف ... میں رقمطراز ہے۔ کہ ابراہیم شاہ مصر

کا وسیلہ اسکی قابل احترام و قابل فخر بیگم کی ذات تھی۔ جسے شہنشاہ جہانگیر عادل
کی بہن ہونے کا شرف حاصل تھا۔

---

۱ بیگم یعقوب اعظم جہانگیر عادل شہنشاہ ہند کی بہن ہونے کی روایت خاندان یعقوب
میں سینہ بہ سینہ چلی آئی ہے۔ اس رشتہ کی بناء پر بیگم یعقوب اعظم نے اپنا
سرتاج کی غیر موجودگی میں کشمیر سے کاریگر بلا کر کھرپوچھے کے دامن
میں ایک محل اور ایک باغ تعمیر کرائی تھی۔
الحاج مولوی حشمت اللہ صاحب۔ تاریخ جموں میں ادکام اللہ صاحب مصنف تاریخ
ہندوستان کا حوالہ سے رقمطراز ہے۔ کہ اکبر بادشاہ نے یاجس علی رائے
(علی شیر خان انچن) اسکی دختر کو ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء میں شہزادہ سلیم سے بیاہی
بہرصورت یعقوب اعظم کا قرابت رشتہ جہانگیر عادل شہنشاہ ہند
وابستہ ہونا مسلم ہے۔

مقپون اعظم کا خاندان فرمانبرشتہ خاندان رئیس سے تھا۔ جس کی سلطنت ورشان نگر اور چترال گلگت تا دارل تانگیر تک پھیلی ہوئی تھی اور شمال مشرق میں تبت بزرگ (لداخ) تبت خورد (بلتستان) گوران (گریز داوں) سے گلگت تک مقپون اعظم کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ اور دونوں سلطنتیں زیر اثر سلطنت چین تھیں

سولہویں صدی کے چوتھائی میں سنگل (سنگین علی) از آل بابا ایوب لون [illegible] نے چترال سے یلغار کر کے مرزاخان حکمران گلگت کو مار بھگا کر گلگت پر قبضہ کر لیا۔

لہ مرزہ خان آل آذر خسرو سے تھا۔ آذر خسرو آذر جمشید کا فرزند تھا۔ آذر جمشید نے بلتستان سے یلغار کر کے نگر ہونزہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد آذر خسرو نے شری بدت حکمران گلگت کو ٹھکانے لگا کر دختر شری نور بخت کو اپنے عقد میں لیکر گلگت پر حکمران بنے۔ آذر خسرو کے وارثوں میں سے تراخان کے وارث تراخانے کہلانے لگے جو گلگت کے حکمران تھے۔ اور مرزہ خان خاندان تراخانے میں سے تھا۔

آل مقپون میں سے سومک اول نے چترال ورشن گوم میں کٹور قبیلے کے حکمران کو

تو مرزہ خان بوجہ قرابت رشتہ مقپون اعظم کے پاس اسکردو بھیج گیا۔ مقپون اعظم مرزہ خان کو ساتھ لیکر گلگت پہنچا۔ سنگل کو گلگت سے مار بھگا کر حکومت گلگت مرزہ خان تراخانے کو سپرد کیا۔

قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کے وارث چترال ورشن گوم میں حکمران رہے۔ آذر خسرو حکمران گلگت کے وارثوں میں سے سومک دوئم نے طاقت پکڑ کر ورشن گوم اور چترال کے بعض نواحات پر قبضہ کر لیا۔ جب تاج مغل کے حملوں سے سومک دوئم کو ضعف پہنچی۔ تو سومک اول کے وارثوں میں سے آبیشن بیگ (رئیس کا جد امجد) پرانا ہو رنج کا [illegible] نے سومک دوئم کا قبضہ کردہ علاقہ جات و نواحات توکور پر قبضہ کر کے اپنی مملکت میں دوبارہ شامل کیا۔ اور شاہ رئیس کا لقب اختیار کر کے چترال ورشن گوم پر حکومت کرنے لگا۔

سومک اول مسلمان تھا۔ پھر تھا عوام میں ہر دلعزیز تھا۔ اسکی وفات پر چترال سے گلگت تک کے نواحات میں ایک وقت کا [illegible] وغیرہ جس پیمانہ

مقپون اعظم نے ۱۰۰۵ھ (۱۵۹۵ء) میں تخت مگدن (لداخ) تسخیر کر لیا۔ ۱۰۱۲ھ (۱۶۰۲ء) میں
کشمیر پر حملہ کر کے علاقہ کشمیر میں اودھم مچایا۔ ۱۰۰۵ھ سے ۱۰۲۳ھ تک کے عرصے میں
(جس دوران مقپون اعظم تسخیر تخت مگدن اور مضافات کشمیر میں برسرپیکار رہے) اس کے
سرحدی علاقہ جات روندو و شگر اور دراس کے اہالیان کو گلگت چیلاس اور
استور کے لوگوں نے متواتر حملوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ مقپون اعظم نے با فوج ظفر موج

یرغرت دی۔ وہ غرت بوجہ بہیبت چترال تا گلگت کے مضافات میں ضرب المثل
بن کر رہی۔ وہ غرت بزبان چترال "حوملکو مار" بزبان شینا "سو ملکے لشٹی"
یعنی سو ملک کا اثرات تباہ ہے۔

چترال میں خاندان رئیس کا خاتمہ سنگین علی دوئم نے ۱۶۶۱ء میں کیا اور گلگت میں
خاندان تراخان کا خاتمہ خوشوقت سلیمان شاہ نے ۱۸۱۳ء میں گوری تھم کو قتل کر کے اور
محمد خان و عباس خان ... گوری تھم کو ۱۸۲۱ و ۱۸۲۳ء میں ... کے تعاقب اسار گرفتار کر لیا
... آل آذر شمشیر کا مکمل خاتمہ ہوا ... سے ہونے کا ... دفتر تاریخ
چترال کے ... ۔ آذر جمشید ... تھا اور ... قوم ... تھا۔ ... قوم نہ تھا

کو حلوبیگی ... سرکوبی کے لیے نکلے۔ استور، چیلاس، گلگت کو پامال کرتا ہوا چترال
تک پہنچا۔ چترال کو تسخیر کیا۔ آل سنگین میں جیون خاندان رئیس کے حکمرانوں
کا خاتمہ کر کے حکومت چترال پر قابض ہوئے تھے۔ مقابلہ نہ کر کے چترال سے
فرار ہو گئے۔ مقپون اعظم نے حکومت چترال خاندان رئیس میں سے آنے والے
وارث کو سونپ کر خود بسبب ... فوج ظفر موج ... موسم کے انتظار

نے مقپون اعظم نے چترال تسخیر کرنے کی ہمت ان لوگ گیتوں سے ہوتا رہا ہے جو ۱۹۰۵ء تک
علاقہ جات گلگت بلتستان میں متعارف شادی بیاہ اور ... (گا یا مالا)
رہنا ... گایا کرتے تھے۔ دوران جنگی قیدیوں کے ... سے عیاں ہوتا ہے۔ جبکہ مقپون اعظم
نے علاقہ جات بلتستان میں جگہ جگہ بسایا تھا۔ مقپون اعظم نے حوالی کشمیر میں اودھم
مچانے کا تذکرہ ... مولوی حشمت اللہ تاریخ جموں صفحہ ۵۸ / ۵۹ میں بحوالہ تاریخ
خوشحالی ... رقم طراز ہے۔ "جب شیر ... پر حملہ آور ہوئے تو فتح ہوئی
اور ... تو ... آشفتہ ہوا ۱۰۱۲ھ (۱۶۰۲ء) میں حوالی کشمیر

میں وہاں قیام کیا۔ مہترن اور بورون شل کے شکار گاہوں میں شکار کھیلا۔
بیاد تسخیر چترال وہاں درخت چنار کی شاخ میں چیکی کا پاٹ پرو دیا۔ اور یادگار
موسم میں چترال کے جنگ قیدیوں کو ساتھ لیکر نذریں لیے کرتا ہوا گلگت پہنچا۔

میں اسی فساد کے بعد بادشاہ نے تیلیج خان صوبیدار لدپور کو حکم دیا کہ ایک جماعت
فی الفور محمد قلی خان حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیج دے۔ کہ اس پیشتر بدبست کوہ دسری
کے جھگڑے میں لگی لگی کر رکھی ہے فساد کرالے۔ تیلیج خان تین ہزار سوار یا پانچ سو برقنداز
لیکر گوگ سیف اللہ خان محمد قلی کی یاوری کے لیے مقرر کیا۔ سیف اللہ خان رستکا پیالہ تھا
علی رائے لیکر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکے وہاں تک جا کر الٹا
واپس چلا آیا۔

مہتر اعظم نے چترال تسخیر کرنے کے بارے میں مصنف تاریخ جموں رقمطراز ہے،
(تاریخ جموں صفحہ ۸۵ ۶ ۵۸۶) "شگنل نے گلگت پر حملہ کیا۔ مرزا خان کو اسکا مقابلہ
کی تاب نہ ہوئی۔ وہ بھاگ کر بلتستان چلا گیا۔ پیر علی شاہ خان [illegible] کو

فوج تازہ دم تھی تک گلگت میں قیام رکھا۔ پھر بسبب شعور و نظم فوج وہاں
سے کوچ کر کے دارالحکومت [illegible] اسکردو میں داخل ہوا۔ راستے میں وطن کے
[illegible] چیلاس تا چترال اور رستے [illegible] فوج کا نشانیاں [illegible] اعظم

شگنل کی سرکوبی کے لئے ساتھ لے دیا۔ اس نے گلگت سے چترال تک تمام ملک روند
ڈالا۔ اور بیادگار فتح چترال کے ایک درخت چنار میں چیکی کا پاٹ پرو
دیا۔ وہ رستہ موجود ہے۔
(نوٹ) مہتر اعظم نے شگنل کو گلگت سے مار بھگا کر حکومت گلگت مرزا خان کو سونپ کر خود ملک سے [illegible] واپس [illegible]
[illegible]

مولوی حشمت اللہ خان تاریخ جموں کے صفحہ ۵۸۶/۵۹ میں رقمطراز ہے "وہ اس اثناء میں
گلگت چیلاس استور کے لوگوں نے روندو شغر شگنل اور دراس پر اپنے متواتر
حملوں کی وجہ سے علی شیر خان کو اشتعال دلایا۔ وہ ان کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گیا۔
استور، چیلاس گلگت کو پامال کر کے وہ چترال تک پہنچا۔ بطور نشان فتح ایک
چنار کے درخت میں چیکی کا پاٹ پرو دیا۔ جو کہا جاتا ہے کہ آج تک موجود ہے۔"

نے وہیں با ہیبت و پرعزم فوج کو دل کھول کر انعام و اکرام سے نوازا۔ داد شجاعت دی۔ جنہوں نے اپنا خال با مہتر خاندان کی قیادت میں لداخ سے چترال تک کے علاقہ جات دشوار گذار گذرگاہیں گذار کر ایک قلیل مدت میں تسخیر کر لی تھی۔

اور درخت چنار کی موٹائی کے اندر آ گیا ہے۔"

مصنف تاریخ جموں صفحہ ۵۹۸ میں رقمطراز ہے "وہ علی شیر خان ان حملوں میں تین سال مصروف رہا۔ اور باوجود اس شکست و خون کے جو ان لڑائیوں میں ہوا۔ اسنے کسی ملک کا الحاق اسکردو کے ساتھ نہیں کیا۔" "وہ بوقت واپسی علی شیر خان بروشال [illegible] گلگت چیلاس استور سے ایک بڑی تعداد جنگی قیدی جنگ کی اپنے ساتھ اسکردو میں لایا۔ اور حسب ذیل نو آبادیوں میں آباد کیا۔"

۱۔ سنت پہ و شندل علاقہ اسکردو میں ۲۔ کنک بشو علاقہ ہرکونہ میں۔

۳۔ نشتر چن نالہ طولتی میں۔ ۴۔ نالہ اشکوٹ گنگا خس، ہرغوش، بچوس، گرکٹ علاقہ ترکھنہ میں۔

مہتون اعظم نے مفتوحہ علاقہ جات چیدس تا چترال کے اسیران جنگ سے نہ کسی کو غلام بنایا اور نہ ہی کسی کو کسی منظر یا بازار گلگت میں فروخت کر ڈالا۔ بلکہ انہیں علاقہ جات بلتستان کے متعدد نو آبادیوں میں بسا لیا۔ جن کے اولاد (ورثا) وہاں آباد ہیں۔

مصنف یا مولف تاریخ چترال نے تاریخ چترال میں نہ صرف مہتون اعظم نے چترال تسخیر کرنے کے واقعات کو مکمل دبا لیا نہیں گیا ہے۔ بلکہ سنگین علی اول نے اپنا مربی حکمران چترال از خاندان رئیس کی موت کے گھاٹ اتار کر حکومت چترال پر قبضہ کرنے کے واقع کو بھی تاریخ چترال میں مکمل دینے سے گریز کیا ہے۔ حالانکہ چترال و گلگت کے دانشور اکابرین و راویان راوی ہیں کہ سنگین علی نے شاہ گوشی نامی نو ولد خرجیب کا ایک معتبر ہے لیکن ربا مربی حکمران چترال کو موت کے گھاٹ اتار کر حکومت چترال پر قابض ہوا تھا۔ شاہ گوشی کی احسان فراموشی کی وجہ سے خاندان مذکورہ خاندان خوشوقتیہ کے حکمران آل شاہ گوش پر حکمرانی رہتے آئے ہیں۔"

مقبونِ اعظم تسخیر چیدس نے چترال میں تین چار سال معروف رہکر مشہور و مقبول اسکردو بھیجا۔ تو وہاں اسے تین تعمیرات جدید دیکھائی دیں۔ ان تعمیرات میں ایک تعمیر کوہی تھا۔ جو سمت پر جبیل سے دور تک کھرپوچھ" (مقبوضہ کلان) تک پہنچایا گیا تھا۔ دوسرا تعمیر ایک محل کا تھا۔ اور تیسرا تعمیر ایک باغ کا تھا۔

واقعہ مذکور پر غور کرنے کی دعوت مصنف یا مولف تاریخ چترال کے اقتباسات ذیل۔ دے رہے ہیں۔ تاریخ چترال صفحہ ۱۸ "جب ۱۵۸۵ء / ۹۹۳ھ میں سنگین علی کا انتقال ہو گیا۔ تو شاہ ناصر (جس خاندان کا حکمران چترال سنگین علی کا مربی تھا) نے اسکے بڑے لڑکے شاہ محمد رضا کو اس کے والد کی جگہ حکومت کا انتظام سپرد کیا۔ اسکے دوسرے لڑکے شاہ محمد بیگ کو مستوج اور کھوار کا علاقہ دیا"

صفحہ ۴۲ پر۔ "وفات شاہ ناصر ۱۵۷۵ء / ۹۸۲ھ (سنگین علی کی وفات سے گیارہ سال قبل)"

صفحہ ۵۸ پر۔ "شاہ محمد رضا اور شاہ محمد بیگ باپ کی طرح لائق تھے۔ اور اس کی زندگی ہی میں امور سلطنت میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے" صفحہ ۵۸ پر۔ جو سنگین علی نے امور سلطنت کے فرائض وہی تھا ہی اہم امور ملکی کا انتظام محمد رضا کو اور جنگی مہمات کا کام محمد بیگ کو سپرد کیا تھا۔

دوسرا اور تیسرا تعمیر اب دادن کھرپوچھ میں ہوا تھا۔ ان تعمیرات کا موجب مقبونِ اعظم کی قابل احترام بیگم تھی۔ مقبونِ اعظم اپنی بیگم کی مشور سیاست اور فن تعمیر میں صلاحیت کا مداح ہوا۔ مگر تعمیر محل کا محل وقوع

لہ بیگم مقبونِ اعظم نے اپنا قابل فخر سرتاج کی غیر موجودگی میں وطن کا امن برقرار رکھنے کی خاطر والیان بلتستان کو تعمیر کوہی میں مشغول رکھا۔ جو انکی نے منفعت بخش تھا۔ محل اور باغ کے تعمیرات نے اپنا اثر [illegible] کے کار دیگر [illegible] نے محل کو پیوست خاک کر دیا ہے۔ باغ کا کچھ حصہ موجود ہے۔ دیوار کی چھاؤں میں کھنڈر و نشان ایک ایک پتھر جا بکدر حسن سے بچے ہوئے ہیں۔ بیگم مقبونِ اعظم کے اس یادگار کو دیکھنے کا اتفاق مجھے ستمبر ۱۹۴۸ء میں دوران جنگ آزادی بلتستان ہوا۔ ان دنوں محاذ کے جنگ میں جا پہنچے (گلگت سکاؤٹس و چترال سکاؤٹس) [illegible] کچھ نافرمانی پر اتر آئے تھے۔ بادشاہ سرور محمد عالم جو لشکر اپنا گلگت و سالار مجاہدین کرنل جی جیسا (رسالہ گرد چترال) مجھے محاذ کے

کھرپوچیم کے لئے مقرر قرار دیا۔

مہترِ اعظم نے مذکورہ فتوحات کے بعد بقایا زندگی وطن کی فلاح و بہبود اور عدل و انصاف پر توجہ دینے میں بسر کیا۔ اپنا ولیعہد فرزند آدم خان کو اپنے سابقہ دارالحکومت میں رکھا۔ منجھلا فرزند ابدال خان کو علاقہ گرمشت شیرا فرزند احمد خان کو علاقہ روندو کا نظام سنبھالنے پر مامور کیا۔

۱۶۳۳ء میں اپنی قوم اپنا وطن اپنا خاندان کا نام زندہ و بلند رکھ کر دنیا سے رحلت کر گیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

قمری۔ نیمو (لداخ) اور زوجیلہ کے آخری مورچوں تک پہنچ کر مجاہدوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنا پڑا تھا۔ جسکا مفصل ذکر اس کے باب میں کیا جائیگا۔

حسین مہتر آب حیات
جنوری ۱۹۷۶ء

مہترِ اعظم کی وفات پر اسکا منجھلا فرزند ابدال خان گرمشت سے تعزیت کے لئے اسکردو پہنچا۔ اور اپنا بڑا (ابدال) ولیعہد سلطنت آدم خان کو اسکردو سے مار بھگا کر خود جانشین مہترِ اعظم بن بیٹھا۔

آدم خان بوجہ قرابت رشتہ صاحبقران شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے دربار دہلی پہنچا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بلتستان کی حکمرانی کے حرص و ہوس میں اپنا بھائی ابدال خان کا گلا گھونٹے۔ اسلئے اس نے تخت خورد کی حکمرانی پر صحبت صاحبقران شاہجہان شہنشاہ ہند میں زندگی گذارنے کو ترجیح دی۔ قرابت رشتہ میں آدم خان اور ابدال خان شہنشاہ ہند کے لئے یکساں تھے۔ اسلئے شہنشاہ ہند نے ملحوظ خواہش آدم خان اسے اپنے زیر سایہ دہلی میں رکھا۔ اور کشمیر میں اسے لقب جلیلہ عطا کیا۔

ابدال خان ظالم تھا۔ جابر تھا۔ حریص تھا۔ مغرور تھا اور خودپسند تھا۔

رعایا اسے "زمین بوس" (آدم خور) کہا کرتی تھی۔ اسلئے اپنا حلیف و رشتہ دار راجہ شگر کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی ٹھان لی۔ اور شگر پر حملہ کر کے راجہ حسن خان کے گیارہ بھائیوں کو گیارہ قلعوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور علاقہ شگر پر بھی قبضہ کر لیا۔

راجہ حسن خان اماچہ حکمران شگر فرار ہو کر سیدھا آدم خان کے پاس دہلی پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ راجہ حسن خان کا ولیعہد امام قلی خان آدم خان کا داماد تھا۔ راجہ حسن خان بوجہ قرابت رشتہ آدم خان کے پاس ابدال خان کے ظلم و ستم کا رونا رویا۔ تو ابدال خان کا حد سے بڑھتی ہوئی ظلم و ستم آدم خان کو ناگوار گذری۔ اس نے واقعہ سے صاحبقران شاہجہان کو آگاہ کیا اور حسن خان کو شہنشاہ ہند کی شرف قدمبوسی سے بھی سرفراز کرایا۔

شہنشاہ ہند نے ظفر خان حاکم کشمیر کو بارہ ہزار فوج کی معیت میں ابدال خان کو گرفتار کر کے تبت خورد کی حکومت آدم خان کے وکیل کی تحویل میں دیکر شگر کی حکمرانی راجہ حسن خان کو سپرد کرنے پر مامور فرمایا۔

ظفر خان راجہ حسن خان کو ساتھ لیکر اسکردو پہنچا۔ اور کھرپوچے کو محاصرہ میں لیا۔ ابدال خان قلعہ میں تھا۔

ظفر خان نے میر فخرالدین کو بمعیت چار ہزار فوج بسرکردگی فولاد بیگ بلوچ قلعہ شگر پر حملہ کرنے پر مامور کیا۔ جہاں ابدال خان کا سیزدہ سالہ لڑکا بمعیت عیال و اطفال ابدال خان مقیم تھا۔

فولاد بیگ دستہ ہراول کے ساتھ قلعہ شگر کے قریب پہنچا۔ تو ابدال خان کا سیزدہ سالہ فرزند اپنے وفادار جنگجو بہادروں کی معیت میں قلعہ شگر سے باہر نکل کر فولاد بیگ پر حملہ کیا۔ فولاد بیگ مجروح ہوا۔ لشکر شاہی کے چند سپاہی اس مقابلہ میں کام آئے۔ اس اثناء میں میر فخرالدین باقی فوج کی معیت میں نمودار ہوا۔ تو فرزند ابدال خان بمعیت اپنے ساتھیوں کے واپس قلعہ میں داخل ہو کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور میر فخرالدین

ماخوذ از تاریخ جموں تصنیف الحاج مولوی حشمت اللہ صاحب۔ بحوالہ تاریخ ہندوستان تصنیف ذکاء اللہ صاحب

نے قلعہ کے سامنے مورچہ بندی کیا۔

رہائیان نگر آدم خور ابدال خان سے بیزار و متنفر تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ خاندان عماچہ کے گیارہ بے گناہ شہزادوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ابدال خان ان کا فرمانروا رہے۔ بنابریں عمائد نگر نے فرزند ابدال خان کو قلعہ نگر سے فرار ہو جانے کی ترغیب دی۔ فرزند ابدال خان دلیر تھا جنگجو تھا۔ مگر تھا تو نا تجربہ کار بچہ ہی تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں قلعہ نگر سے غائب ہوا۔

صبح قلعہ نگر کا دروازہ [illegible] میر فخر الدین کے لئے کھلا تھا۔ فوج شاہی قلعہ میں داخل ہوئی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھے۔

آخرکار میر فخر الدین نے عیال و اطفال ابدال خان کو حراست میں لیا۔ اور اپنی خزانہ کے دو لاکھ روپوں کے ساتھ اسکردو پہنچا کر سالار فوج شاہی ظفر خان کو سپرد کیا۔

کھرپوچے " کو جنگ و جدل سے تسخیر کرنا ظفر خان کے لئے آسان نہ تھا۔ اس مشکل کو حسن عماچہ ابدال خان نے آسان کر دیا۔ حسن فوج شاہی سے متعلق تھا۔ اور اسکردو کے رہائیان میں اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ حسن نے رہائیان اسکردو اور کھرپوچے میں محصور لشکر ابدال خان کو ابدال خان سے منحرف کرایا۔

ابدال خان وقت اور حالات کو اپنے لئے ناسازگار پاکر بحالت مجبوری کھرپوچے سے باہر نکل کر ظفر خان کو خود سپردگی دے دی۔

ظفر خان بمعیت ابدال خان و حسن خان کھرپوچے میں داخل ہوا۔ اور شاہ مراد خان مقبون ابن احمد خان ابن علی شیر خان رفیق کو " جو آدم خان اور ابدال خان کا بھتیجا تھا " بحیثیت وکیل آدم خان حکومت تبت خورد سونپ دیا۔ اور حسن خان کو حکومت نگر سپرد کر کے ابدال خان کو قلعہ نگر میں زیر حراست رکھنے کے لئے حسن خان حکمران نگر کی تحویل میں دے کر خود بمعیت لشکر شاہی منصور و مظفر واپس کشمیر پہنچا۔

(نوٹ: واقعات مذکور سنہ ۱۷۳۲ کے ہیں۔ ابدال خان بحالت حراست قلعہ نگر میں ہی انتقال کر گیا۔)

www.mahraka.com

ابِ حیات

خود نوشت سوانح عمری

راجہ حسین علی خان (بابا جان مہتر)

آدم خان نے اپنا بھتیجا شاہ مراد خان کے بجائے مرزہ خان نے حاصل کر گفتہ کو
لفٹیننٹ وکیل تھبت خورد کا نظام سنبھالنے کے لئے مامور کرنا تسلیم کیا۔ تو شاہ مراد خان
نے وقت فرمانبردار بھتیجا کی کردار ادا کر کے تھبت خورد مرزہ خان کے تحویل
میں دے کر خود اسکردو سے واپس روندو میں رہا اور اپنے والد احمد خان کے
پاس چلا گیا۔

کچھ مدت مرزہ خان احکامات آدم خان جو دہلی یا کشمیر میں رہتا ہوا نافذ
کیا کرتا تھا ان کی تعمیل فرمانبرداری اور تابعداری سے کرتا رہا۔ مگر
وقت کے ساتھ ساتھ مرزہ خان کی مزاج بھی بدلنے لگی۔ اور وہ یہ غرور
دل میں نہ سمجھا کہ وہ تھبت خورد میں رہتا ہوا آدم خان کے احکامات کا

مرزہ خان کا باپ حیدر تھا۔ حیدر کو مقپون اعظم نے گرفتہ میں حاصل کرتا تھا۔ حیدر کا انتقال ہو
ابدال خان عنوان گرفتہ نے مرزہ خان کو گرفتہ اور پرگنہ کا حاصل کرتا تھا۔ ابدال خان
کی گرفتاری کے بعد آدم خان نے مرزہ خان کو بجائے اپنا بھتیجا شاہ مراد خان لفٹیننٹ وکیل
تھبت خورد کا نظام سونپ دیا تھا۔

جو کشمیر یا دہلی سے نافذ کیا کرتا تھا، تعمیل کی جائے۔
مرزہ خان نے آدم خان کا وزیر کو اسکردو میں موت کے گھاٹ اتارا اور تھبت خورد میں
خود مختاری اختیار کر لیا۔ آدم خان کو مرزہ خان کی نا سپاسی اور [illegible]
نا گوار گذری۔ اور شاہ مراد خان کو آدم خان کی حمایت حاصل کرنا تھا

راہ ہموار ہوا

شاہ مراد خان مقپون روندو (روندو) سے دہلی میں آدم خان مقپون کے پاس
پہنچا۔ آدم خان کو مرزہ خان سے متنفر کرایا۔ پھر شہنشاہ ہند شاہجہان صاحبقران
کا شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ مرزہ خان کی شوریدہ سری کی شکایت کیا۔
شاہجہان صاحبقران شاہ مراد خان کو پسند کرتا تھا۔ اسلئے آدم خان کی نا کتخدا
دختر جو آدم خان کے ساتھ دہلی میں تھی۔ کو شاہ مراد خان کی عقد میں
منسلک کر کے شاہ مراد خان کو آدم خان کا ولیعہد تسلیم کرایا۔

آدم خان دو لڑکیوں کا باپ تھا۔ ایک لڑکی امام قلی خان ولیعہد راجہ شگر حسن خان سے بیاہی
گئی تھی۔ دوسری لڑکی بسا نے شاہجہان صاحبقران شاہ مراد خان سے بیاہی گئی۔

اور ایک فوج جس سرکردگی علیم بیگ و نعیم بیگ پسران سلیم بیگ کاشغری
معیت آدم خان اور شاہ مراد خان کے ساتھ رجب ۱۰۶۱ھ
مطابق ۱۶۵۱ء تبت خورد بھیجدیا۔ تاکہ مرزا خان کی سرکوبی کرکے
حکومت تبت خورد آدم خان کو سپرد کردے۔

لشکر شاہی اسکردو پہنچ کر کھرپوچے کو محاصرہ میں لیا۔ مرزا خان
کھرپوچے میں محصور ہوا۔

راجہ حسن خان حکمران شگر کی وفات پر اسکا ولیعہد اور آدم خان
کا داماد امام قلی خان تھا جسنے حکومت شگر سنبھال لیا تھا۔ چونکہ
آدم خان نے بمعیت لشکر شاہی اسکردو پہنچنے سے قبل راجہ امام قلی
کو مطلع کیا تھا۔ کہ مرزا خان کے خلاف صف آرا ہونے کیلئے وہ
بھی اسکردو پہنچ جائے۔ چنانچہ راجہ امام قلی خان عماچہ حکمران شگر
نے بروقت و بپاخر کے ارشاد کی تعمیل میں بمعیت لشکر اسکردو پہنچ کر
کھرپوچے کا محاصرہ کرنے میں لشکر شاہی کے ساتھ شامل ہوا۔

شاہ مراد خان مرزا خان کے خون کا پیاسا تھا۔ مگر راجہ امام قلی خان
مرزا خان کے ساتھ کچھ کچھ دوستانہ مراسم لئے رکھتا تھا۔ وہ
مرزا خان کو شاہ مراد خان کے ہاتھ چڑھنے سے محفوظ رکھنے کی غرض
سے اپنا سسر آدم خان سے گفت و شنید کرکے آدم خان کو رضامند
کرایا۔ کہ مرزا خان معہ اپنے عیال و اطفال اور اموال کھرپوچے سے
نکل کر راجہ امام قلی خان کی پناہ میں قلعہ شگر چلے جائے۔ تو لشکر شاہی
اسکا مزاحم نہ ہوگی۔ مرزا خان راجہ امام قلی خان کی قرار مخلوت
کے ساتھ کھرپوچے سے نکل کر راجہ امام قلی خان کی پناہ میں قلعہ
شگر پہنچا۔

آدم خان بمعیت علیم بیگ نعیم بیگ سالاران لشکر شاہی اور راجہ
امام قلی خان کھرپوچے میں داخل ہوا۔ چند دن کھرپوچے میں

ماخوذ از تاریخ جموں بحوالہ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ صاحب۔

رہکر جشن منایا۔ بعد حکومت تبت خورد اپنا داماد و ولیعہد تھا
شاہ مراد خان کو بطور اپنا وکیل سونپ کر خود بمعیت لشکر شاہی
واپس دہلی پہنچا۔ اور صاحقران ثانی شاہجہان شہنشاہ ہند کی نذر کر
قدمبوسی کر کے ایک ہزاری منصب و انعام دیئے گئے واپس
کشمیر (سرینگر) پہنچ گیا۔

شاہ مراد خان نے ۱۶۵۱ء سے بحیثیت وکیل آدم خان تبت خورد کا
نظم و نسق سنبھال لیا۔ اور ۱۶۶۰ تک بحیثیت وکیل آدم خان تبت خورد
کا حکمران رہا۔

مرزہ خان ننگر سے بمعیت عیال و اطفال و اموال راجہ کھپولو کے پاس پہنچ گیا
اور وہاں سے کرتخشہ پہنچ کر دو سال تک کرتخشہ میں اپنا خود مختار حکومت
قائم رکھا۔ تو شاہ مراد خان وکیل آدم خان نے اپنا ہم زلف راجہ امام قلی خان
حکمران شگر کی حمایت حاصل کر کے اسکی معیت میں مرزہ خان پر حملہ کیا۔
مرزہ خان کو گرفتار کر کے زیر حراست آدم خان کے پاس دہلی پہنچا دیا۔
اور کرتخشہ کو قلمرو آدم خان میں دوبارہ شامل کیا۔

۱۶۶۰ء میں آدم خان مقپون حکمران تبت خورد سرینگر میں انتقال کر گیا۔
تو شاہ مراد خان مقپون تعزیت کے لئے اسکردو سے چل کر سرینگر پہنچا۔ بعد
تعزیت سرینگر سے دہلی پہنچ کر دربار شاہجہان صاحقران شہنشاہ ہند
میں حاضری دی۔ شرف قدمبوسی شہنشاہ سے سرفراز ہوا۔ اور شہنشاہ ہند
نے شاہ مراد خان مقپون کو اسکا مرحوم چچا آدم خان کا منصب اور مراعات جو
سرینگر میں اسے میسر رہی تھیں۔ اور انعام و اکرام سے نواز کر رخصت
کیا۔

۱۷۶۱ء سے شاہ مراد خان مقپون ابن احمد خان ابن علی شیر خان انچن
نے تبت خورد کی حکمرانی بحیثیت خود مختار حکمران سنبھال لیا۔ اور اپنا دور حکومت
میں کرمنگ کی حکومت اپنا منجھلا بھائی مقپون شیر شاہ کو مامور کیا۔
مقپون شیر شاہ بھی ایک جری انسان تھا۔ رونگل (روندو) کی حکمرانی
پر اپنا چھوٹا بھائی علی شاہ کو مامور فرمایا۔ اور اپنا بڑا بھائی مقپون
شاہ سلطان کو استور کی حکومت دیدی۔ مقپون شاہ سلطان درویش صفت
انسان تھا۔ وہ استور کو درویشوں کا گذرگاہ اور قیام گاہ سمجھتا
تھا۔ چنانچہ اسکی خواہش پر اسکا بھائی شاہ مراد خان مقپون حکمران خورد
نے اسے استور کی حکومت دے دی تھی۔

مقپون شاہ مراد خان نے اپنے تینوں بھائیوں اور انکے علاقہ جات
کو زیر فرمان حکمران تبت خورد ہی رکھا۔ جسکا دار الحکومت اسکردو
ہی رہا تھا۔

مقپون شاہ مراد خان حکمران تبت خورد کو اپنا طویل دور حکومت ۱۷۵۱ء سے

۱۸۱۰ء تک کے عرصے میں بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ خداوند جل شانہٗ نے
اسے ہر لڑائی میں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اور مقپون شاہ مراد خان نے
اپنا دادا علی شیر خان مقپون اعظم فخر بلتستان اور قوم و وطن کا نام
زندہ و روشن رکھ کر اپنے پیرانہ سالی میں ۱۸۱۰ء کو دنیا سے رحلت
کر گیا۔ خدا اسکے روح کو خوشنود رکھے۔

مقپون شاہ سلطان نے اپنا بھائی مقپون شاہ مراد خان حکمران تبت خورد کے دوران
حکومت میں صدود استور کی حکومت سنبھالا۔ مقپون شاہ سلطان کے دور حکومت
میں سوائے درویشوں کے آمد و رفت کے کوئی واقعہ نہ گزرا۔ مقپون شاہ سلطان
کے بعد اس کے وارث بیٹے دو لبنیت حکمران استور رہے جو دنیا سے چلتے بنے۔
چھٹا حکمران استور مقپون مراد علی خان کی پہلی بیگم کے بطن سے پہلوٹا لڑکا
دولت علی خان تھا۔ جو مراد علی خان کے انتقال کے بعد حکمران استور بنا اور دوسری
بیگم جو رشیدہ تھا خان از خاندان سادات کی دختر تھی۔ کی بطن سے حبیب اللہ خان
المعروف حبی خان پیدا ہوا۔ باپ کی وفات پر بھائی کا مشیر اور مددگار رہا۔
حبی خان کی بیگم دختر طاہر شاہ[1] حکمران نگر تھی۔ جس کی بطن سے محمد علی خان

[1] طاہر شاہ حکمران نگر سے وینگ ملک علی کا لڑکا تھا۔ اسکا دوسرا فرزند کریم خان تھا
بیگم محمد خان ابن گوہر امان از خاندان خوشوقت حکمران گلگت کی دختر تھی۔ محمد خان و برادرش عباس خان
کو خوشوقت سلیمان شاہ نے موت کے گھاٹ اتار کر حکومت گلگت پر قابض ہوا۔ تو
خاندان تراخانے کا ایک ہی وارث بیگم کرم خان تھا بلقیس جان رہ گئی تھی۔ جب زمانہ نے

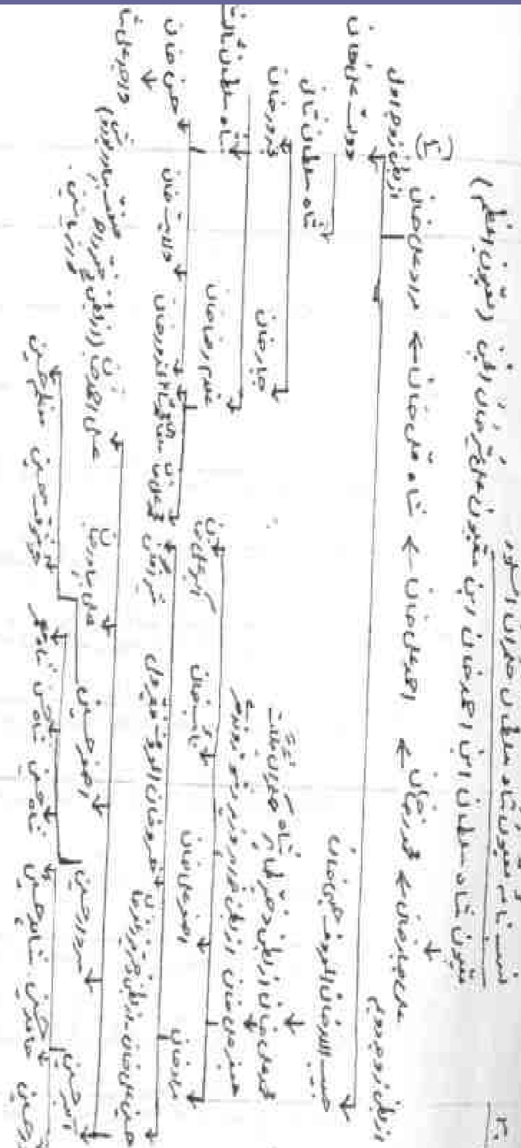

...ہوا ہوا تھا۔

جس زمانہ میں مستوج کا حکمران شاہ سلطان مرحوم تھا۔ اس زمانہ میں گلگت کا حکمران شاہ سکندر ابن طاہر شاہ مغلوٹ تھا اور یونیال کا حکمران پرعجمان ابن خان بورو

۱

سلیمان شاہ خوشوقتیہ کو اسکا علاقہ آزاد خان بوروش حکمران یونیال نے گلگت پر بھی قبضہ کرنے کے بعد تلوار کے گھاٹ اتارا۔ تو طاہر شاہ مغلوٹ نے گلگت پر حملہ کرکے آزاد خان کا کام تمام کرکے گلگت کا حکمران بنا۔ چونکہ اسکی بیوی بیگم کریم خان کی واحد وارث خاندان ترا خانے تھی۔ اس بناء پر اہالیان گلگت نے طاہر شاہ کی حمایت میں آزاد خان بوروش کے خلاف بوقت حملہ بھرپور تعاون کر لیا تھا۔ اور آزاد خان مغلوب ہو کر تہ تیغ ہوا تھا۔

طاہر شاہ مغلوٹ حکمران گلگت کی وفات پر اسکا بیٹا شاہ سکندر حکمران گلگت بنا۔ چونکہ کریم خان کی واسطہ رہنی بیگم اسکے گلگت کی حکمرانی کا حقدار سمجھا تھا۔ اسلئے بھائی کی شاہ حکومت گلگت سنبھالنے پر چنداں خوش نہ تھا۔

بوروش تھا۔ بہرحال خان نے یونیال کی حکومت رازہ آزاد خان بوروش حکمران گلگت یونیال کو ورثہ طاہر شاہ مغلوٹ کے دو تین مقتول بچوں کے لئے سنبھال لیا تھا۔ ان دنوں یاسین کا حکمران خوشوقت گوہر امان ابن سنگ امان یا امان الملک ابن بادشاہ تھا۔ بادشاہ اور بوروش دونوں شاہ عالم ابن خوشوقت کے فرزند تھے۔ یاسین میں آل بادشاہ اور یونیال میں آل بوروش حکمران تھے۔ دونوں خاندان زیر اثر خاندان کٹور رہے۔ جو حکمران کوہستان تھے۔

جب ۱۸۴۲ میں گوہر امان نے گلگت پر حملہ کیا۔ تو شاہ سکندر فرار ہو کر سنگر چلا گیا۔ کریم خان نے امکا ساتھ دینے کے بجائے استور کا رخ کیا جہاں اسکی خواہر بیگم حسین خان تعینات تھی۔

کے علاقہ جات چترال مستوج۔ ورشن گوم مجموعاً کوہستان کہلاتا ہے۔ کوہستان کی اکثریتی زبان کھوار (چترالی زبان) ہے۔

علاقہ جات یاسین کو غذر۔ اشکومن یونیال مجموعاً ورشن گوم کہلاتا ہے۔ ورشن یعنی آسودہ حال۔ گوم یعنی وطن۔ ورشن گوم کا ترجمہ یا مطلب آسودہ حال وطن ہے۔ ورشن گوم کا علاقہ زرخیز مالدار تھی۔ گلگت تا استور اور ہنزہ نگر پار کٹور خاندان حکمران رہا ہے

میر محمد خان حکمران پونیال کو اسکا چچیرا بھائی منگول خان ابن جان دوران بوروشی نے موت کے گھاٹ اتار کر خود حکمران پونیال بنا۔ تو میر محمد خان کا بھائی عیسیٰ بہادر اپنے ساتھ مردو خان ابن آزاد خان کو بھی لیکر پونیال سے بھاگ نکلے اور یاسین پہنچ کر راجہ گوہر امان حکمران یاسین کی پناہ حاصل کی۔ مردو خان راجہ گوہر امان کا بہنوئی تھا۔

راجہ گوہر امان خوش قسمتی عیسیٰ بہادر بوروشی سے ایک اہم کام انجام دلانے کا متمنی تھا۔ اسلئے عیسیٰ بہادر سے اچھا سلوک رکھا۔

راجہ گوہر امان وریشن قوم کا واحد حکمران بننے کا تمنا رکھتا تھا۔ مگر یہ تمنا آسان سے پورا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ کیونکہ پونیال میں آل بوروش کو ویسی ہی مقبولیت حاصل تھی، جیسی یاسین میں آل بادشاہ کو۔ گوہر امان کی اس مشکل کو آسان کرنے کی صلاحیت عیسیٰ بہادر رکھتا تھا اسلئے گوہر امان کو ہر غرض مدعا زبان پر عیسیٰ بہادر کے سامنے لانا ہی پڑا۔

عیسیٰ بہادر گوہر امان کی مشکل آسان کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ مگر ایک شرط
پر۔ گوہر امان نے عیسیٰ بہادر کی شرط پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ عیسیٰ بہادر
کی شرط یہ تھی کہ جب وقت گوہر امان پونیال پر قبضہ کرے۔ راجہ منگول خان
قاتل میر محم خان کو عیسیٰ بہادر کا تلوار کی زد سے بچانے کا ارادہ نہ رکھے"
اب گوہر امان کے لئے پونیال کی فضا خوشگوار بنانے میں عیسیٰ بہادر کو دیر نہ لگی۔
گوہر امان عیسیٰ بہادر اور مدد خان کو ساتھ لیکر پونیال پر حملہ آور ہوا۔
موضع چھیر (جو ڈوگروں کے عہد حکومت سے نیز قلعہ بنا رہا ہے۔ درحالیکہ
تمام باشندگان وہیں چھیر ہی رہتے ہیں اور جرال چھیو ور رہتے ہیں) میں
داخل ہونے تک گوہر امان کو کسی رکاوٹ سے دوچار ہونا نہ پڑا۔
اور گوہر امان نے موضع چھیر میں مورچہ بندی کر لیا۔ قلعہ میں راجہ
منگول خان حکمران پونیال بمعیت اہلیان و لشکر پونیال محصور ہوا۔
مگر حامیان عیسیٰ بہادر اور حامیان مدد خان قلعہ کے اندر اپنے فرائض
کی انجام دہی سے غافل نہ رہے۔ انہوں نے قلعہ کا دروازہ حملہ آوروں

کے لئے کھول دیا۔ تو راجہ منگول خان بحالت مجبوری خود سپردگی کے
لئے گوہر امان کے پاس جانے کو قلعہ سے نکلا۔ قلعہ کے باہر عیسیٰ بہادر
تلوار برہنہ کئے ہاتھ میں لیکر منتظر کھڑا رہا تھا۔ منگول خان واپس
قلعہ میں داخل ہونے کے لئے مڑا۔ مگر منگول خان کو قلعہ میں
واپس پہنچنے کی مہلت عیسیٰ بہادر کی تلوار نے نہ دی۔
گوہر امان پونیال پر قابض ہو کر وہرشن گوم (پونیال، اشکومن،
گوپس اور یاسین) کا واحد حکمران بن جانے اور عیسیٰ بہادر
اپنا مقتول بھائی راجہ میر محم خان کا قاتل راجہ منگول خان کو
تلوار کے گھاٹ اتار کر بدلہ خون لینے میں کامیاب ہوگئے۔
گوہر امان وہرشن گوم کا واحد حکمران بن جانے کے بعد گلگت پر
بھی مثل سلیمان شاہ حکمران بن جانے کا متمنی ہوا۔ تو عیسیٰ بہادر
نے بھی حامی بھرلی۔ گوہر امان نے پونیال کی فضا اپنے لئے سازگار
رہنے دینے کی خاطر وہاں سالم مدد خان اپنے آزادانہ پرورش

کو پونیال کا حکمران نامزد کیا۔ پونیال سے حاتم علی بیگ لنگر اور دماماں کا میر دیوان
کی لشکر کشی دیں اور لشکر ویرشی قوم کی معیت سے گلگت پر حملہ کیا۔ حکمران
گلگت شاہ سکندر ابن محمد شاہ خلوت ثانی تعاقب لڑ کر گلگت سے فرار ہو کر
نگر والوں کا قلعہ سنکیر میں پناہ گزین ہوا۔ گوہر امان کا گلگت پر قبضہ
۱۸۴۱ء میں ہوا۔ گوہر امان نے شاہ سکندر کو سنکیر قلعہ سے گرفتار کر کے ۷
گلگت سونی کوٹ (راجہ کا قلعہ) میں چند دن قید رکھنے کے بعد موت کے
گھاٹ اتار دیا۔ اور اب گوہر امان گلگت و یرشی قوم کا واحد حکمران تھا+
کریم خان ابن محمد شاہ اپنا بھائی شاہ سکندر کے ساتھ گلگت سے
بھاگ کر قلعہ سنکیر جانے کے بجائے گلگت سے بھاگ کر استور میں
اپنا بھائیوں کے پاس پہنچ کر جان بچانے میں کامیاب ہوا+

قسمت کی یاوری فتوحات کی کامیابی نے گوہر امان کو نہ صرف خود بین و
خود پسندوں میں مبتلا کر دیا۔ بلکہ خود غرضی کی نشے نے اتنا سینوں پر
بھی ابھارا۔ تو اس نے لپیٹ میں لیا۔ کہ اس کی نظروں میں کسی حکمران خاندان
کا کوئی دعویدار حکومت سر اٹھائے۔ اور کسی وقت اسکا یا اسکے وارثوں
کے گلشن اقتدار کو جھلسانے کے لیے باد سموم بن جائے۔ اس ذہنی خلفشار سے
نجات حاصل کرنے کے لیے آغاز استعمال خاندان بوروش حکمرانان پونیال
سے کیا جو اسکے حامی تھے+

گوہر امان کے کارندوں نے پونیال میں دعویداران حکومت خاندان بوروش
کی گردن زنی کا آغاز نام نہاد حکمران پونیال عیسیٰ بہادر ابن آزاد خان[1] کی

---

[1] آزاد خان نے گوہر امان کو تانگیر سے بلا کر اپنا رشتہ دامادی میں منسلک کر کے
حکومت یاسین کی گدی پر بٹھایا تھا۔ گوہر امان ۱۸۲۲ء سے تانگیر میں غربت
کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ جب ملک امان پدر گوہر امان حکمران مستوج و ویرشی قوم

گردن زنی سے گیا۔ ساتھ ہی اسکا نابالغ بھائی ولایت خان کے گلے پر چھری پھیر دی
اور قیدی مقصد خان برادر شکول خان کی گردن اڑا دی۔ خاندان بوروش کے
جو خورد سال میں سے ماسوا اور فرزندان پونیال کو تلوار کے گھاٹ اتار دی
جنکا ہر ایک پہلے مرتب کیا جا چکا تھا۔ خون کی یہ ہولی ایک معصیہ رات کھیلا گیا۔

گوہر امان کے ہاتھوں خاندان بوروش کے وارثوں اور غداروں کے خون
کی فراوانی نے پسماندہ وارثان بوروش کو سلامتی کی راہ پونیال سے
فراری میں دکھا دی۔ شجاعت خان ابن آزاد خان پونیال سے فرار ہوکر
اپنا ننہال چترال پہنچ کر محفوظ رہا۔ عاقبت خان ابن شکول خان

انتقال کر گیا۔ تو مہتر محترم شاہ کٹور ثانی حکمران کوہستان نے علاقہ مستوج کی حکمرانی
در امان ابن ملک امان کو سونپ دی۔ ورشگوم کی حکمرانی پر قوت خان برادر ملک امان
کو مامور کیا۔ سلیمان شاہ برادر قوت خان کٹور ثانی سے ناراض ہوکر گلگت چلا گیا
اور وہاں گوری تھم حکمران گلگت کی ملازمت اختیار کر لیا۔ گوری تھم نے سلیمان شاہ
کو پہلے ملازم با عزت اپنی مصاحبت میں رکھا۔ سلیمان شاہ خوشوقتیہ نے گوری تھم
تراخانے کا حسن سلوک کا بدلہ اسے ۱۸۱۲ء میں موت کے گھاٹ اتار کر دیا۔
اور گلگت سے فرار ہوکر یاسین میں اپنا بھائی قوت خان کے پاس پہنچا۔ ان دنوں
پونیال کا حکمران خان لنبور بوروش زیر اثر قوت خان حکمران ورشگوم تھا

محمد خان ابن گوری تھم باپ کا مقتول ہونے کے وقت نگر میں تھا۔ نگر سے
گلگت پہنچ کر حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔
سلیمان شاہ نے قوت خان کو گلگت پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ قوت خان
محمد خان پر حملہ کرنے کے لئے یاسین سے چل پڑا۔ محمد خان قوت خان کے حملہ
کو ناکام بنانے کے لئے گلگت سے پونیال پہنچا۔ محمد خان تراخان اور قوت خان خوشوقتیہ
میں تصادم ہوا۔ قوت خان مارا گیا۔ سلیمان شاہ و دیگر قرابت دار قوت خان کام آئے
سلیمان شاہ بھاگ کر یاسین پہنچا۔ خان لنبور بھاگ کر داریل پہنچا۔ محمد خان
تراخانے اپنا باپ گوری تھم کا خون کا بدلہ لینے میں کامیاب ہوا۔

www.mahraka.com

پونیال سے فرار ہوکر واخان میں رنیا نا ہیال میں پناہ لی۔ عیسیٰ بہادر ان
خان بہادر گوہر امان کا قیام گاہ گلگت سے فرار ہوکر براستہ کارگہ دارل میں
رنیا نا ہیال میں پہنچکر دم لی۔

گوہر امان نے خاندان بوروشی کے وارثوں کے استحصال میں عیسیٰ بہادر کو
آخر میں ٹھکانے لگانے کی تجویز کر لیا تھا۔ عیسیٰ بہادر دانشمند انسان تھا

پونیال میں خاندورانی برادر خان بہادر کو رنیا نائب مقرر کرکے واپس گلگت چلا گیا۔
خان بہادر پونیال سے فرار ہوکر دارل میں پہنچکر ایک خاتون کو اپنی زوجیت میں لیا،
جس کی بطن سے عیسیٰ بہادر پیدا ہوا۔ خان بہادر کا پہلوٹا لڑکا میر نجم خان رانی
کی بطن سے تھا۔ راجہ محمد خان مرزا خان نے اپنا اثر رسوخ سے خان بہادر کو دارل
سے نکالدیئے اور قتل کر دینے کا جواز دارلیوں پر ڈالا۔ اور خان بہادر
دارل سے واپس پونیال آنے کے لیے نالہ سنگل میں داخل ہوا۔ تو دارلیوں نے
اسے وہاں مقتول کیا۔ مقتل کا نام "رامرنگیہ بڑی" (مقتل راجہ) کہلاتا

ہے۔

اس نے پونیال میں خاندان بوروشی کے وارثوں کے استحصال کا درک
ملکت عمل سے لگایا اور ایک معمول سا بے خطر حیلہ سازی سے گوہر امان
کو اس رات جھانسہ دیا۔ جس کے گذرنے پر صبح گوہر امان کو پونیال
میں وارثان خاندان بوروشی کے استحصال کی رپورٹ ملتی تھی۔ اور
اس رپورٹ کے ملنے پر عیسیٰ بہادر کا خاتمہ کیا جانا تھا۔ عیسیٰ بہادر

سلیمان شاہ غوث خان کا پونیال میں مارا جانے کے بعد یاسین پہنچکر غوث خان
کا جانشین کی حیثیت سے حکمران یاسین تھا۔ ۱۸۳۱ میں گلگت پر حملہ کرنے کی
غرض سے یاسین سے نکل کر پونیال پہنچا۔ خان دوران حکمران پونیال کو
ہٹا کر برادرش آزاد خان کو پونیال کی حکمرانی پر مامور کیا اور لشکر پونیال
کو بھی ساتھ لیکر گلگت پہنچا۔ محمد خان حکمران گلگت کو گرفتار کرکے قیدی
بنا کر واپس یاسین پہنچا۔ گلگت کی حکومت عباس خان برادر محمد خان نے
سنبھال لیا۔

سلیمان شاہ نے چند شرائط پر قیدی محمد خان کو رہائی دینے کے وعدہ پر عباس خان

نے اپنی دانشمندی سے یہ رپورٹ بوقت شام گوہرامان کو پہنچنے نہ دی۔ کمانڈنٹ گوہرامان
کو جنہیں پونیال میں استعمال وارثان پرورش مکمل ہو گئی رپورٹ گوہرامان کو دینے
کے لئے بوقت شام پونیال سے گلگت پہنچا تھا۔ حیا نسہ دیگر گوہرامان تک پہنچنے نہ دیا۔
اور خود بعد عشاء گوہرامان کو حیا نسہ دے کر رات کو کیمپ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا
جس کمانڈنٹ کی زبانی واقعہ سے باخبر ہو کر گوہرامان عیسیٰ لنبور کی کامیاب

فرار پر بہت رنجیدہ و متاسف ہوا۔
کریم خان ابن ملک شاہ نے گلگت سے فرار ہو کر استور پہنچ کر جان بچائی
تھی۔ وہ استور سے کشمیر چلا گیا۔ اور شیخ محی الدین صوبیدار کشمیر کا نائب خالصہ
سرکار پنجاب سے خفیف گوہرامان طلب گار امداد عسکری ہوا۔

کو یاسین بھیج دیا۔ عباس خان یاسین پہنچا۔ تو سلیمان شاہ نے محمد خان کو مار ڈالا دیئے کے
بجائے عباس خان کو ہی گرفتار کر کے دونوں بھائیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر
یاسین سے گلگت پر چڑھائی کیا۔ پونیال سے آزاد خان کو بھی ساتھ لیا۔ اور گلگت
پہنچ کر بیگم عباس خان کو اپنی زوجیت میں لیا۔ گلگت پر قابض ہو کر پونیال
بھی تسخیر کر لیا۔ بونجی حصہ استور ملک خاندان مقپون تھا۔
قسمت نے سلیمان شاہ کو جھکایا۔ قوت بازو علاقہ مستوج میں اپنا بھیجا دوران
سے جس لئے کہ طاقت حاصل کر چکا تھا۔ مگر مہتر محترم شاہ کٹور ثانی حکمران چترال
نے رنجا بادوستی قائم رکھنے کے پیش نظر حکومت مستوج سے دوران ابن ملک امان

کو بے دخل کر کے علاقہ مستوج بھی سلیمان شاہ خوشوقتیہ کو سپرد کر دیا۔
سلیمان شاہ کی خواہر مہتر محترم شاہ کٹور کی بیگم تھی۔
پسران ملک امان کو مستوج کی حکمرانی سے بے دخل کرنے پر گوہرامان اپنے برادران
دوران و میر امان مستوج (کی تعیناتی ہوا) سے بدخشان پہنچ گیا۔ میر بدخشان نے انہیں اپنی
اپنی پرورش میں رکھا مگر انہیں امداد عسکری دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تو گوہرامان
نے برادر میر بدخشان کو قتل کر کے بمع اپنے برادران بدخشان سے بھاگ نکل کر
چترال میں مہتر محترم شاہ کٹور ثانی کے دربار میں پہنچا۔ مہتر محترم شاہ کٹور نے
اپنا داماد میر امان برادر گوہرامان کو اپنے پاس رکھا۔ گوہرامان چترال سے

صبح نصیر الدین نے منظوری خالصہ سرکار بھیجا۔ جب کمیدان سید نتھے شاہ کی سرکردگی میں
خالصہ فوج کریم خان کی امداد کے لئے مامور کیا۔ کمیدان سید نتھے شاہ ہمراہی
کریم خان رستور رہا۔ وہاں سے اپنا تعاقب کریم خان کے محمد علی خان ابن حسین خان دعویداروں کو لیں
قتل کیا۔ کریم خان اولاد نرینہ سے محروم تھا۔ صرف ایک نواسہ دختر
کا باپ تھا۔ فوج خالصہ بقیادت کمیدان سید نتھے شاہ گلگت داخل ہوا

جا پہنچا تا نگیر پہنچا اور وہاں غربت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ یہ دور سلیمان شاہ کا عروج
تھا۔ سلیمان شاہ، پہچو شاہ، فرامرد ابن خوشوقت اور شاہ خیر اللہ ابن عصمت اللہ
ابن خوشوقت سرزمین کوہستان میں جائے خاندان بکھرے ہوئے خاندان خوشوقتیہ
کا اقتدار مسلط کرنے کا خواہشمند ہوا۔ تو اسکے ارادوں سے اسکا بہنوئی مہتر محترم شاہ
کٹور ثانی آگاہ ہوا۔ اور بغرض حفظ ماتقدم مستوج پر قبضہ کر لیا۔ جب سلیمان شاہ
کو مہتر محترم شاہ پر حملہ کرنے کا جواز ملا۔ اسنے مستوج پر توجہ دینے کے بجائے یاسین
سے نکل کر براستہ شندور جالی تورکھو پر حملہ کرکے شاہ افضل ابن مہتر محترم شاہ کو
قلعہ سنجو ریلی میں محصور رکھا۔ مہتر شاہ ابن مہتر محترم شاہ کٹور ثانی ترکان میں کام آیا

تو گوہر امان گلگت سے چل نکلکر یاسین پہنچ گیا تھا۔ گلگت پر کمیدان سید نتھے شاہ
نے قبضہ کرکے حکومت گلگت کریم خان ابن ملک راجہ شاہ مغلوب حکمران گلگت کو سونپ
دی۔ کریم خان [illegible] سے باقی خالصہ سرکار حکمران گلگت رہا۔
گوہر امان گلگت سے نکل کر پونیال پہنچا۔ عیسیٰ بہادر پونیال کی ماں
کو بھری مجلس میں بلا کر اسکا سر تن سے جدا کرکے یاسین چلا گیا۔

سلیمان شاہ نے تورکھو سے پیش قدمی کرکے موڑکھو پر بھی قبضہ کر لیا۔ آزاد خان
حکمران پونیال جو اس مہم میں سلیمان شاہ کے ساتھ تھا کو قلعہ دراسن کا نگران
رکھکر خود واپس تورکھو پہنچا۔ سلیمان شاہ کے لئے کٹور ثانی پر حملہ کرکے اسے
چترال سے مار بھگا کر سرزمین کوہستان کا حکمران بن جانا مشکل نہ تھا۔
اور مہتر محترم شاہ کٹور ثانی حکمران کوہستان کو حالات کے نزاکت کا ادراک نہ کرنا
مشکل نہ تھا۔ اسنے ان نازک حالات کو حکمت عملی سے موڑنے کی قسمت آزمائی
کی۔ اور اپنی بیگم خواہر سلیمان شاہ کو ساتھ لیکر تورکھو میں سلیمان شاہ کا
دروازہ کھٹکھٹانے کو عار نہ سمجھا۔ اور قلعہ دراسن پہنچکر آزاد خان کے

۔ رحیم کریم خان نے اپنا مددگار بھانجہ محمد علی خان وزیر جب خان معتبرین
کی مدد میں وزیر رنشو از قبیلہ روشو (زوندرے) کی بہن سے منگنی کیا۔ رنشو اپنا قبیلے
بڑھتی کے علاوہ ذاتی قابلیت کی بنا پر علاقہ جات قلعت چترال کے حکمرانوں میں
اثر ورسوخ بھی رکھتا تھا قبیلہ روشو چترال میں "زوندرے" کہلاتے ہیں۔ کلاش قبیلہ

کی حکمرانی سے قبل زوندرے قبیلہ چترال کے حکمران تھے۔ کلاش قبیلہ نے
بزور بازو زوندرے قبیلہ سے حکومت چترال چھین لی تھی۔ کلاش قبیلہ
کا ایک جری حکمران بمبور کہلاتا تھا۔

عیسوی ۱۸۳۶ میں وزیر رنشو کی بہن کی لڑکی سے محمد علی خان کا جعفر علی خان
پیدا ہوا اور دو تین سال بعد ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔

کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کر کے تورکھو میں سلیمان شاہ کے قیام گاہ میں داخل ہوا۔
آ سینی وقت شاہ ولد سلیمان شاہ جو کہ محترم شاہ کٹور ثانی کا داماد تھا، نے
اپنے والد کو مشورہ دیا کہ وقت اور حالات سے فائدہ اٹھا کر سرزمین کھوستان وسین
کو اپنے کی تمنا کی تکمیل کے لیے کٹور ثانی کو ٹھکانے لگایا جائے۔ تاکہ وہ علاقہ پر حالانکہ
خوشوقت سرزمین کھوستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم رہے۔ سلیمان شاہ نے
اپنا فرزند سینی وقت شاہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنا بال سفید بوڑھا بھائی کو
دھوکا دیا یا لپیٹ میں کیا۔ بلکہ اپنی بہن کی خوشنودی کے خاطر اپنا معتبر چند
علاقہ مستوج بھی بھیج اور بیٹوں کو واپس دیکر علاقہ تورکھو علاقہ

مستوج کے ساتھ ضم کر کے اپنے قبضہ میں لیا۔ اپنی بہن اور بیٹوں کو ہمراہ
محترم شاہ کٹور ثانی کو تورکھو سے چترال رخصت کیا۔ اور اپنا فرزند
سینی وقت شاہ کو مستوج و تورکھو کا حکمران رکھ کر خود واپس یاسین
چلا گیا۔ یہ واقعہ ۱۸۲۵ء کا ہے۔ اس دور میں سلیمان شاہ کی قسمت
بام عروج تک پہنچ چکی تھی اور اس عروج نے سلیمان شاہ کو زوال کی
طرف دھکیل دی۔

آزاد خان سلیمان شاہ کے ساتھ تورکھو سے واپس یاسین جا کر پونیال
چلا گیا۔ کٹور ثانی کے ساتھ قلعہ دروش میں گیا پھر خفیہ معاہدہ کو عملی

عام ۱۹۲۷ء میں حکومت کشمیر مہاراجہ پرتاب سے مہاراجہ گلاب سنگھ کو منتقل ہو گئی تو کمیدان سید محمد شاہ نے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملازمت اختیار کر لی۔

اور کیپٹن سید سالار فوج مہاراجہ گلاب سنگھ متعین ہو کر گلگت دوبارہ گلگت آیا۔ پھر سید حیدر شاہ نگر کا مقرر ہوا۔ اور ۱۹۵۱ء میں

لانے کے لئے پونیال میں رہ کر خود مختاری اختیار کر لیا۔ اور گلگت پر بعد اپنا قبضہ رکھا۔ کٹور تان نے مستوج پر حملہ کر کے اپنا داماد سماوت شاہ ابن سلیمان شاہ حکمران مستوج اور کٹور کو مار بھگایا۔ سماوت شاہ یاسین بھاگا۔ اپنا باپ سلیمان شاہ سے لشکر یاسین و خضر لیکر واپس لاسپور گیا۔ وہاں شاہ افضل ابن کٹور تان سے مقابلہ ہو گئی۔ اور سماوت شاہ مجروح ہو کر پسپا ہوا۔ آخر بجبر انتقال کر گیا۔ تو سلیمان شاہ نے یاسین سے کوچ کر کے مستوج پر حملہ کیا۔ مگر شکست یاب ہو کر واپس یاسین گیا۔ اس زمانہ میں آزاد خان بوروش حکمران پونیال گلگت نے گوہر امان کو تانگیر سے اپنے پاس بلا لیا۔ اپنی رشتہ دامادی میں منسلک کیا۔ پھر یاسین پر حملہ کر کے سلیمان شاہ کو گرفتار کر کے پونیال لے آیا۔ اور اپنا داماد گوہر امان کو یاسین کی گدی پر بٹھایا۔ گوہر امان ۱۸۲۲-۲۳ء سے تا مرگ عزت کی زندگی

بسر کر رہا تھا۔ ۱۹۳۱-۳۲ء میں حکمران یاسین بمع عزت کی زندگی سے ہمکنار ہوا۔ آزاد خان نے سلیمان شاہ کو زندہ رہنے نہ دیا۔ اسے تلوار کے گھاٹ اتار کر اسکی میت خاندانی قبرستان میں دفنانے کے لئے گوہر امان کے پاس یاسین بھیج دیا۔ گوہر امان نے آزاد خان کا اس عمل کو اپنا خاندان کی توہین سمجھ کر آزاد خان کے ساتھ مخالفت پر اتر پڑا۔ تو آزاد خان نے اسے گدی سے اتار کر عبدالحمید نامی خوشوقتیہ کو یاسین کی گدی پر بٹھایا۔ گوہر امان چترال میں کٹور تان کے پاس پہنچا۔ کٹور تان بھی چاہتا تھا۔ کہ آزاد خان بھی جڑ سے ختم ہو کر کے بھی سلیمان شاہ درد سر بنے۔ اسلئے کٹور تان نے گوہر امان کو آزاد خان کے خلاف ابھار اسپر کیا اور اپنی دختر بیوہ سماوت شاہ کو گوہر امان کی عقد میں دیکر رشتہ دامادی میں منسلک کیا۔ اور امداد لشکر دے دیا۔ گوہر امان یاسین پہنچا۔ عبدالحمید کو

راجہ کریم خان معزول حکمران گلگت اور محمد علی خان مقپون کو بھی شریکِ مہم رکھ کر گلگت سے کوچ کیا۔ اس مہم میں فوج مہاراجہ کے علاوہ

لشکر گلگت بھی شریک تھی۔

سپہ سالار سید محمد شاہ نے سرلین طے کرتا ہوا موضع مالپون میں پڑاؤ

قتل کر کے حکومت یاسین پر قابض ہوا۔ آزاد خان کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس دوران مستوج کا حکمران گوہر امان کا بھتیجا ملک امان میر امان داماد کٹور شاہ ثانی تھا ۱۸۴۵ء میں گوہر امان کا حریص اقتدار عود کر گیا۔ تو اپنا بھائی میر امان کو اکسانے لگا کہ حکومت مستوج پر بھی قبضہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ کٹور شاہ ثانی نے میر امان کو لشکر دے کر گوہر امان پر حملہ کر دیا۔ گوہر امان مغلوب ہو کر یاسین سے فرار ہو کر ورخان میں پر محمد رحیم خان کے پاس پہنچا۔ جو خاندان رئیس سے تھا۔ محمد رحیم خان لشکر ورخان ساتھ لیکر گوہر امان کے ساتھ یاسین پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑا۔ اور درکوت پہنچا۔ کٹور شاہ ثانی نے میر امان کی کمک بسرکردگی اپنا فرزند افضل شاہ اور نوروز ریحان شاہ بھیجا تھا۔ ان کا مقابلہ گوہر امان اور محمد رحیم خان کے ساتھ درکوت میں ہوئی۔ گوہر امان اور محمد رحیم خان شکست کھا کر واپس ورخان چلے گئے۔ ورخان سے

گوہر امان کٹور شاہ ثانی کے پاس چترال پہنچا۔ اور حکومت یاسین کا طلبگار ہوا۔ کٹور شاہ ثانی نے حکومت یاسین دینے کی بجائے چترال سے ہی اسے نکال دیا۔ وہ جیتا پھرتا دوبارہ تانگیر غربت کی زندگی گزارنے لگا تھا۔

۱۸۳۵ء میں مہتر محترم شاہ کٹور ثانی حکمران سرزمین کھوستان انتقال کر گیا۔ تو اس کا فرزند شاہ افضل نے مسند جانشینی سنبھال لیا۔ مہتر شاہ افضل کٹوریہ کے تعلقات اپنا بھتیجوں گوہر امان خوشوقتیہ کے ساتھ بمقابلہ میر امان اچھے تھے۔ ۱۸۳۹ء میں مہتر شاہ افضل کٹوریہ کے اشارہ پر گوہر امان تانگیر سے اچانک یاسین داخل ہوا۔ میر امان مستوج میں تھا۔ گوہر امان نے حکومت یاسین سنبھال کر لشکر یاسین ساتھ لیکر مستوج پر حملہ آور ہوا۔ اپنا بھائی میر امان کو مار بھگا کر علاقہ مستوج پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۸۴۱ء میں [illegible] اور مدد خان کی حمایت حاصل کر کے پونیال

ابِ حیات

خود نوشت سوانح عمری

راجہ حسین علی خان (بابا جان مہتر)

ڈالا۔ تو لشکر ہونزہ نے رات کی تاریکی میں انہیں گھیرے میں لیکر ایسی
اچانک کامیاب شبخون مارا۔ کہ کرنل سید نبی شاہ اور اسکے بیشتر ہم

گلگت پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور وزیر نان بوروش اور انکے خیر خواہوں کو
موت کے گھاٹ اتارا۔ ۱۸۴۲ء میں سرکردگی سید نبی شاہ فوج خالصہ سرکار
کریم خان ابن طاہر شاہ حکمران گلگت کی حمایت میں گوہر امان پر حملہ کرنے کے
لئے گلگت پہنچ گئی۔ تو گوہر امان گلگت سے فرار ہو کر یاسین کا رخ کیا۔ [illegible]
پہنچکر عیسیٰ بہادر کی ماں کو بھری مجلس میں بلا کر اسے حکم دیا۔
"میں جانتا ہوں۔ داریلی عورتیں اچھی ناچ جانتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔
تو اس نے بھری مجلس میں مادر زاد ننگی ہو کر اپنا ناچ دکھایا۔"
عیسیٰ بہادر کی ماں غیور آزاد قبائل کی دختر تھی۔ جواباً گوہر امان سے مخاطب ہو کر
گویا ہوئی "مجھے مادر زاد ننگی ناچ کا کہہ کر تجھے غیر معمولی فخر کا احساس ہو رہا ہوگا۔ میں ویسا ہی
جسم و اعضاء رکھنے والی عورت ہوں جیسا آپ کی ماں بہنیں اور بہو بیٹیاں رکھتی

ساتھیوں اور فوج و لشکر سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ دن کی روشنی میں مقتولوں
کی لاشیں نذر دریائے ہونزہ ہو کر لقمۂ ماہیان گرسنہ ہوئیں۔ اور انکا اسلحہ
اور بہت سا [illegible] لشکر غالب کے ہاتھ آیا۔

راجہ کریم خان ابن طاہر شاہ مقتول ۱۸۴۲ء سے ۱۸۵۱ء تک زیر اثر
مہاراجہ جموں و کشمیر گلگت کا حکمران رہا۔ ۱۸۵۱ء میں جب گوہر امان نے
دریائے ہونزہ نگر ہو کر لقمۂ ماہیان گرسنہ ہوا۔ اسکی وارث ایک ہی آٹھ نو
سالہ لڑکی تھی۔ اور اسکا بھانجہ محمد علی خان ابن حبیب اللہ خان ([illegible])
مقتولوں نے ایک لڑکا جعفر علی خان آٹھ سالہ اور ایک چھ سالہ لڑکی یتیم چھوڑ
کر نذر دریائے ہونزہ نگر ہوا۔"

۱۸۶۱ء میں گھیوان سید محتشم شاہ بمعیت راجہ کرم خان گلگت داخل ہوا
تو راجہ گوہر امان گلگت سے نکل کر یاسین پہنچا۔ گوہر امان کے قبضہ سے گلگت
نکل چکی تھی مگر ورشگوم اور مستوج کا بدستور حکمران تھا۔ ان دو
علاقہ جات کی حکمرانی گوہر امان کی ہوس اقتدار کی پیاس بجھانے کے لیے
کافی نہ تھی۔ اسنے مہتر شاہ افضل کٹورے حکمران سرزمین کھوستان
سے مطالبہ کیا۔ کہ علاقہ تورکھو کی حکمرانی اسے دیدیا جائے جو اسکی
وراثت جدی ہے۔ گوہر امان خوشوقتیہ کا اس مطالبہ نے اسے علاقہ مستوج
کی حکمرانی سے بھی بے دخل کرادی۔ مہتر شاہ افضل کٹورے نے مستوج پر
قبضہ کرکے اپنا فرزند محترم شاہ ثالث کو علاقہ مستوج کی حکمرانی پر
مامور کیا۔
گوہر امان نے اپنا فرزند میر ولی خان کو بغرض حصول امداد لشکر میر شاہ
میر بدخشان کے پاس بھیجا۔ میر بدخشان نے اپنا فرزند میر شجاعت کی
قیادت میں لشکر بدخشان برائے امداد گوہر امان فرزند مسمی میر ولی خان

کے ساتھ بھیجا۔ ورشگوم کی لشکر کی معیت میں گوہر امان اور بدخشان کی لشکر کی
معیت میں میر شجاعت اور میر ولی خان مستوج پہنچ گئے۔ اور محترم شاہ ثالث ابن
مہتر شاہ افضل کٹورے کو ملو مستوج میں چھوڑ کر خود پیشقدمی کرکے تورکھو
پہنچ گئے۔
مہتر شاہ افضل کٹورے بھی بمعیت لشکر چترال و اپنا حلیف نواب دیر نواب غزن خان
اور لشکر دیر کی معیت میں تورکھو پہنچ چکا تھا مقابلہ کے لئے صف آرائی ہوئی
تو میر شجاعت خان اور نواب غزن خان نے جنگ جدال پر مصالحت کو ترجیح
دی اور انہوں نے فریقین کے حلیف و مدد گار کا کردار ادا کرنے کے بجائے
ثالث کے فرائض انجام دینے کو ترجیح دی۔ اور علاقہ تورکھو مہتر
شاہ افضل کٹورے تسلیم کرکے علاقہ مستوج گوہر امان خوشوقتیہ کو واپس دلوا دیا۔
ایک سال گذرنے پر مہتر شاہ افضل کٹورے نے دوبارہ علاقہ مستوج کو قبضہ میں
لیکر اپنا خسر بادشاہ ابن سلیمان شاہ کو مستوج کی حکمرانی پر مامور کیا۔
اور گوہر امان کی حکمرانی ورشگوم میں محدود رہی۔ گوہر امان یاسین سے

دوگروں پر حملہ کرنے کے لئے شیر قلعہ سے کوچ کرکے لسپنی پہنچا۔
مجاہدین گلگت قائد مجاہدین کے حملہ کا منتظر تھے۔ ان میں سے بعض مجاہدین
کوہستان میں شامل ہوئے اور بعضوں نے تھیلی دھار کے درہ پر قبضہ
رکھنے کی غرض سے وہاں پہنچ گئے۔ اور گھات لگا بیٹھے۔ تاکہ استور لبو کی
سے آنے والا کمک کا راستہ روک رکھیں۔

راجہ گوہر امان نے لسپنی میں لشکر مجاہدین کو منظم کرکے بلبور پر حملہ کرنے
کے لئے پیادہ لشکر کو مامور کیا۔ اور سوار مجاہدین کو قلعہ گلگت پر دھاوا
بولنے کے لئے تیار رکھا۔ آغاز حملہ قلعہ بلبور پر کیا گیا۔ لڑائی شدت اختیار
کرگئی۔ کمیدان رام ادھمپی اور سکھ فوج کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ لڑائی
جہاد کے نام پر لڑی جارہی ہے۔ اسلئے انہوں نے اپنے لئے ایک ہی
راہ عمل اختیار کرلیئے۔ "مارنا اور مرنے کا" اور بہادری کے ساتھ مارتے
اور مرتے گئے۔ اس اثناء میں کمیدان بسنت سنگھ نے ایک دستہ
کمک قلعہ گلگت سے بلبور بھیجا۔ وہ بلبور کے شرقی کھڈ کی آڑ میں

بلبور پہنچے ہوئے مجاہدین کے گھیرے میں آئے۔ اور مارنے اور مرنے میں مصروف ہوئے۔
اس اثناء میں قائد مجاہدین نے سوار دستہ کو قلعہ گلگت پر حملہ کے لئے روانہ
کر چکا تھا۔ وہ لب دریا گلگت کے میدان کمیونا سے گذر کر قلعہ گلگت پہنچ گئے۔
کمیدان بسنت سنگھ کی فوج سب جگی تھی۔ تاہم کمیدان بسنت سنگھ اور فوج
مردانگی سے مجاہدین کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک ایک ہو کر کٹ مرے۔
بلبور اور گلگت کی لڑائی میں صرف ایک ڈوگرہ سکھ اور گورکھے جنگی قیدی بنے
قائد مجاہدین لسپنی سے گلگت پہنچا اور مظفرانہ قلعہ گلگت میں داخل ہوا۔
چونکہ معرکہ بلبور اور گلگت سے مجاہدین فارغ ہوچکے تھے۔ انہیں قائد مجاہدین نے
اپنا بھائی اکبر امان کی قیادت میں تھیلی دھار بھیجدیا۔
اکبر امان نے گھات کے لئے تھیلی دھار کے دہانہ کے سامنے حود جبر سہوگر کے فاصلہ پر
مورچہ لگا کر بیٹھ گیا۔
کمیدان نور سنگھ بارہ سولجروں کے ساتھ کمک پہنچانے کے لئے "بٹے پوداس" (پٹرن بنگلہ)
سے روانہ ہو کر درہ تھیلی دھار میں داخل ہوا۔ جب فوج کا آخری سپاہی بھی

درہ نیلی دھار کے شکم میں سے دو ڈھیڑھ سو گز اندر پہنچ گیا۔ تو درہ کے کمین گاہ سے ایک دستہ مجاہدین نکل کر درہ کا دہانہ داخلہ پر قبضہ کر لیا۔ تاکہ محبوب سنگھ کے سپاہیوں سے کوئی واپس نئے پورس جانا نہ پاسکے۔

درہ نیلی دھار سے نئے پورس کا درمیانی فاصلہ سات آٹھ میل سے کم نہیں یہ گزرگاہ دریائے گلگت کے سطح سے دو ڈھائی سو گز کی بلندی سے گزر رہا ہے۔ اس فاصلے میں پانی نایاب ہے۔ اسلئے مسافر نئے پورس سے چل کر درہ نیلی دھار عبور کرنے کے بعد پیاس بجھانے کے لئے قدم خود بخود دریا کے طرف بڑھتا ہے۔ اور دریا دہانہ درہ سے تقریباً دو تین سو گز نشیب میں سے گزرتا ہے۔

حالانکہ مجاہدین اکثر انہی مسافروں کی اس ضرورت سے ناآشنا نہ تھا۔ اور جس وقت سپاہیان محبوب سنگھ پیاس بجھانے کے لئے لب دریا پہنچے۔ گاجر مولی کی طرح کٹ کر دریائے گلگت میں بہنے لگے۔

جیسا کہ محبوب سنگھ کا ہراول دستہ شکم درہ نیلی دھار سے گزر کر نشیب گزرتا ہوا دریا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور دریا کے پانی سے پیاس بجھا کر وہاں سستانے لگا تاکہ مکمل طور پر پیاس بجھانے کے بعد وہاں سے منظم ہو کر بطرف گلگت چل پڑیں۔ اکبر خان جس موقع اور وقت کا منتظر تھا۔ وہ اسے میسر آیا تھا۔ مجاہدین کھوٹ سنان کھڈ (کمین گاہ) سے شیروں کی طرح نکل کر دشمن کے سر پہنچ گئے۔ دشمن کے ہوش سنبھالنے تک بہت سے سپاہیوں کو تہ تیغ کیا۔ اس اثنا میں میجر بابر کے جوان بھی درہ نکل نکل کر دریا کے طرف بڑھ رہے تھے۔ جونہی اکبر خان نے لب دریا پہنچے ہوئے سپاہیوں پر حملہ بول دیا۔ اس وقت درہ نیلی دھار کے دہانہ پر بھی قبضہ کرکے سپاہ محبوب سنگھ کو درہ نیلی دھار کے شکم میں محصور کرکے ختم کرنے کے لئے کمین گاہوں سے مجاہدین نکل نکل کر دہانہ درہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت محبوب سنگھ کے سپاہیوں کا ہراول دستہ شکم نیلی دھار سے گزر رہی تھی۔ جو شکم درہ میں محصور ہو کر مجاہدین کے تیروں کی بارش کا شکار ہو گئی۔

درہ نیلی دھار سے نکلے ہوئے سپاہیوں نے لب دریا سستاتے ہوئے ہراول دستہ کی تعداد

برساری تھی۔ اور لب دریا سستانے لگے۔ سپاہیاں ہوش سنبھالنے کے بعد
پورا طاقت کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اُن کی تعداد معہ معاونت ۲ یا ۳ ہزار کی
لشکر پر بھاری تھی۔ اور لڑائی شدت اختیار کر گئی۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے
تھے۔ کہ نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کہ مجاہدین پر غلبہ حاصل کیا
جائے۔ اگرچہ ان نے دشمن کا حملہ کی شدت اور مجاہدین کی سراسیمگی دیکھی
مگر حاضر دماغی سے کام لیا۔ گراں کو حفاظت کی چادر میں لپیٹ لیا۔
اور محبوب سنگھ کے ساتھ خفیہ معاہدہ کر لیا۔ کہ وہ ہتھیار ڈال کر واپس
لوٹ جائیں تو مجاہدین ان کا تعاقب نہ کرینگے۔

سالار مجاہدین کا خفیہ معاہدہ پر فوج محبوب سنگھ نے اگرام کے سامنے
ہتھیار ڈال دی۔ سالار مجاہدین نے ہتھیار دشمن سنبھال لے محبوب سنگھ
کے بچے سپاہیوں کو مولی گاجر کی طرح ٹک ٹک کر دریائے گلگت کے
لہروں میں بہنے میں دیر نہ لگی۔

شکار پورٹ پونیال گوپیس پور گلگت اور بلتی دھار کی فتوحات میں بہت
زیادہ مال و دولت اسلحہ بارود گوہر امان کے ہاتھ آیا۔ غازی کا لقب
اختیار کیا۔ ۱۸۵۶ میں حکمران مستوج بادشاہ وقت سلیمان شاہ کو بھی
نیوار کے گھاٹ اتار کر علاقہ مستوج پر اپنا قبضہ جمایا۔ اور "گور جو ہو
سے برزل" تک کے علاقہ جات کا طاقتور خود مختار حکمران تسلیم۔

پھر ا+

ابِ حیات

خود نوشت سوانح عمری

راجہ حسین علی خان (بابا جان مہترِ)

To be continued in
Part-II

www.mahraka.com